# غربت وافلاس کے اسباب وتدارک، سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

# Poverty causes and solutions in the light of Seerah

ڈاکٹر سید باچا آغا*
پروفیسر ڈاکٹر عبدالعلی اچکزئی**

## ABSTRACT:

Poverty is defined as the inability to obtain the necessities for life. Poverty, also known as the "silent killer" (Causes of Poverty), exists in every corner of the world. Poverty is the inability of having choices and opportunities, a violation of human dignity. It means lack of basic capacity to participate effectively in society. Poverty is pronounced deprivation in well-being, and comprises many dimensions. It includes low incomes and the inability to acquire the basic goods and services necessary for survival with dignity. Poverty is one of the challenges that the whole world is facing at the moment. It is a major issue in our world today where people cannot afford the basic necessities required to survive. Many efforts to solve poverty must be made to completely eradicate poverty. Poverty is an extremely complex and challenging problem, that has numerous aspects to it. Although individuals may escape from poverty, they often fall back into the same poverty circle. All people have the power to help themselves and not just look one step ahead, but aim to be something bigger and better and expand as a being. All individuals have the power to help and to be heard. If everyone pulls together and makes a change, poverty can be eliminated. The issue with extreme poverty is to provide people with the way to move forward. This article explains deeply about the Poverty according to Islamic thoughts and Seerah.

**Keywords:** Poverty, Causes, solutions, Islamic thoughts, Seerah.

یہ کوئی انکشاف نہیں بلکہ معلوم حقیقت اور معروف مشاہدہ ہے کہ وطن عزیز کا ہر شعبہ خواہ وہ صنعت ہو یا زراعت اس وقت عالم نزع میں ہے۔ معاشی انصاف کی حالت یہ ہے کہ نصف سے زائد آبادی غربت کی انتہائی حد سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے، معاشرتی اقدار سخت بحران کی زد میں ہیں، انسانی حقوق کا معیار بہت پست ہے، روزگار کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہیں، رہ گئیں دیگر بنیادی سہولیات پانی، روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج تو نصف سے زائد آبادی ان سے محروم دکھائی دیتی ہے۔ غربت وافلاس انتہائی تکلیف دہ اور مصیبت ترین سماجی مشکل ہے جو ہمیشہ انسانی معاشرے کے دامن گیر رہی ہے۔ مسلسل کی جانے والی کوششوں اور مختلف جدوجہد

*Assistant Professor, Government Postgraduate College, Saryab road, Quetta.
Email: agha211179@gmail.com
**Professor, Department of Islamic studies, University of Balochistan, Quetta.

کے باوجود یہ اقتصادی اور سماجی مشکل حل نہیں ہو سکی اور اس کا خاتمہ نہیں کیا جاسکا۔ بہر حال غربت کئی پہلوؤں پر مبنی ایک معاشرتی مسئلہ ہے جس کی شناخت کیلئے صرف ایک عامل کو سبب قرار نہیں دیا جاسکتا ہے لیکن دنیا کی اس مشکل سے نجات حاصل کرنے کیلئے کئی طرح کی حکمت عملیاں موجود ہیں۔ اسلام کی نظر میں غربت وفقر ایک قدرتی اور ناقابل برداشت واقعہ نہیں کہ انسان اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے بلکہ اسلام نے فقر کا ہمیشہ راہ حل کی نظر سے مقابلہ کیا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے اقوال وارشادات میں فقر کی مذمت کی گئی ہے اور اس کے برے نتائج سے لوگوں کو خبر دار کیا گیا ہے۔ دین اسلام نے فقر وفاقہ، محتاجی، غربت اور بے روزگاری کے خاتمے پر خاص توجہ دی ہے، بلکہ معاشرے میں ان مسائل کے پہنچنے سے پہلے متعدد ذرائع کے ذریعے ان کے حل کی کوشش کی ہدایت بھی دی ہے، غربت اور بے روزگاری ایسے مسائل ہیں جو معاشرے کو نہ صرف اخلاقی اعتبار سے نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ عقائد پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ سائنسی سروے سے بھی یہ انکشاف ہوا ہے کہ غربت اور بے روزگاری جیسے مسائل کے انسانی صحت پر نفسیاتی اثرات پڑتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کی نظر میں غربت مہلک ترین بیماری ہے، کیونکہ انسان کو ہر بیماری سے زیادہ غذائی کمی سے دوچار کر دیتی ہے برائی پیدا کرتی ہے اور لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ اس سے وہ لوگ بہت جلد متاثر ہوتے ہیں جو دینی دھارے سے کٹے ہوئے ہیں، غربت اور بے روزگاری کے شکار یہ افراد یا تو شراب کے عادی ہو جاتے ہیں یا بسا اوقات بے روزگاری کے باعث قتل وغارت گری جیسے جرائم میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں، چنانچہ حضور ﷺ کثرت سے دعاء کرتے تھے کہ اللہ تعالی فقر وفاقہ سے محفوظ رکھے بلکہ حضور ﷺ فقر ومحتاجی اور کفر سے حفاظت کیلئے ایک ساتھ یہ دعاء کرتے تھے کہ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ[1]۔

خالق کائنات نے انسان کو پیدا کر کے اور اس کی فطرت میں کھانے پینے کے تقاضے رکھ کر اسے یوں ہی اس کے اپنے حال پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس نے محض لطف وکرم سے اس کے رزق کا بھی ذمہ لیا ہے۔ پھر اس رزق کی فراہمی کیلئے اس نے کمال حکمت اور عجیب وغریب انداز میں زمین میں ایسی صلاحیت، برکت، وسائل اور خزانے رکھ دیئے ہیں کہ قیامت تک بھی ختم نہیں ہوں گے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس رزاق مطلق نے تو سارا نظام کائنات ہی انسان کی اس خدمت پر مامور فرما رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَجَعَلَ فِيها رَوَاسِيَ مِن فَوقِها وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدرَ فِيهَا أقواتَها[2]۔

ترجمہ: اور (اللہ تعالی نے) اس (زمین) کے اوپر پہاڑ رکھ دئے اور اس (زمین) میں برکت ڈال دی اور اسمیں ضروریات زندگی یعنی کھانے پینے کے اشیاء رکھ دئے۔

البتہ ان لاتعداد وسائل معاش یا وسائل رزق کی منصفانہ تقسیم کا کام خود حضرت انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ تاریخ انسانی کے کسی بھی دور میں یا اس وقت روئے زمین پر اگر کوئی آدمی رزق اور بنیادی ضروریات سے محروم ہے تو اس کا مطلب ہے وافر مقدار میں خداداد وسائل معیشت رزق کی تقسیم کے نظام میں انصاف نہیں ہو رہا۔ عام غربت افلاس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں مگر ان میں سب سے بڑا سبب وسائل دولت اور اسباب معیشت کے تقسیم کنندگان وہ ظالم، لٹیرے، قارون صفت، حریص اور غاصب

ہیں جو محروم المعیشت اور کمزور لوگوں کا حق مارے بیٹھے ہیں۔ یہی حرص و لالچ، ناانصافی اور استحصال معیشت کے میدان میں ''ام الخبائث'' یا ''ام الامراض'' ہے جو بیشمار خرابیوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔ آج سے کوئی چودہ سو سال قبل درس گاہ نبوی اور صحبت نبوی ﷺ کے تعلیم وفیض یافتہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''ان الله تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدرمایکفی فقرائھم فان جاعوا اوعرواوجھدوا فمنع الاغنیاء وحق علی الله تعالیٰ ان یحاسبھم یوم القیامۃ ویعذبھم علیه''[3]۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر ان کے مالوں میں اپنے معاشرے کے فقراء و مساکین کی معاشی حاجات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ فقیر لوگ اگر بھوکے ننگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ثروت نے ان کے حق یا ان کے حصے کے وسائل رزق کو روک لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ یہ امر لازم ٹھہرا رکھا ہے کہ بروز قیامت وہ ان اہل ثروت کا محاسبہ فرمائے گا اور فقراء کی اس حق تلفی پر انہیں عذاب دے گا۔

کوئی بڑے سے بڑا ماہر اقتصادیات یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آج زمین پر جتنی پیداوار ہے اس سے زیادہ آبادی ہے کیونکہ اللہ کریم نے جس انسان کو پیدا کیا ہے اس کے رزق کا بھی وافر مقدار میں سامان کیا ہے۔ مگر آج انسان کی خواہشات اور ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر بھی نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس ہوس کو حدیث نبوی ﷺ کے مطابق قبر کی مٹی ہی پورا کرے گی، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:

لوکان للانسان وادیان من المال لالتمس الثالث ولایملابطن الانسان الاالتراب[4]۔

ترجمہ: اگر انسان کے لئے مال کے دو وادیاں ہوتی تو تیسرے کی خواہش کرے گا اور انسان کا پیٹ قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتا۔

جس طرح آج دنیا غربت اور بے روزگاری جیسے مسائل سے دوچار ہے، اسی طرح ماضی میں بھی دنیا اس مسئلے سے دوچار ہوتی رہی، نبی کریم ﷺ نے ان مسائل کے حل کیلئے اسلامی تعلیمات واحکامات پر مبنی عملی اور تدریجی حل اپنایا تھا، نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو مختلف کام کرنے، مختلف پیشوں کو اختیار کرنے اور سابقہ انبیاء کی طرح بعض صنعتی کاموں کو شروع کرنے کی ترغیب دیتے تھے، آپ ﷺ اس سلسلے میں حضرت داؤد کی مثال دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ما اکل احد من بنی آدم طعاماً خیراًله من ان یاکل من عمل یدیه، ان نبی الله داؤد کان یاکل من کسب یدیه[5]۔

ترجمہ: کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔

اس میدان میں ہمارے لیے سب سے بہترین نمونہ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زندگی ہے، آپ نے نبوت ملنے

سے پہلے تک بکریاں چرائی اور حضرت خدیجہ ؓ کے مال سے تجارت کی، حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ما بعث الله نبياًالاراعى غنم، قال له اصحابه: وانت يارسول الله؟ قال: واناكنت ارعاها لاهل مكة بالقراريط[6]۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا: کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔

محنت، مزدوری اور کام کو نبی کریم ﷺ نے عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے، محنت کا کام چاہے جو بھی ہو لوگوں سے مانگنے اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے، نبی کریم ﷺ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لان يحتطب احدكم حزمة على ظهره خير له من ان يسال احداًفيعطيه او يمنعه[7]۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر اپنی پیٹھ پر جنگل سے اٹھالائے (پھر انہیں بازار میں بیچ کر اپنا رزق حاصل کرے) تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کسی کے پاس آکر سوال کرے۔ پھر جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اسے دے یا نہ دے۔

اسلام کی نگاہ میں سماجی تعلقات میں عدم توازن زیادہ خواہی اور مالداروں کے ہاتھوں میں مال ودولت کا ذخیرہ معاشرے میں غربت وافلاس کے اضافے میں اہم ترین سبب ہے۔ حالیہ برسوں میں عالمی سطح پر غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اچھا ساخاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ ہر چیز کی قیمتیں کافی بڑھ گئی ہیں جس کے متعدد اسباب بتائے جاتے ہیں، جن میں سے چند اسباب مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں:

**سودی نظام:**

سودی نظام معیشت ملکی تباہی اور غربت وافلاس میں اضافے کے اولین اسباب میں سے اہم سبب ہے۔ سود ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، سود غریب کو غریب تر بناتا ہے اور اس کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے، جبکہ صورتحال یہ ہے کہ ہمارا ملکی سسٹم سود کے بل بوتے پل رہا ہے۔ بینکاری نظام سراسر سود پر قائم ہے۔ اس کا اندازہ گورنر اسٹیٹ بینک کے اس پالیسی اعلان سے کیا جاسکتا ہے جس کے مطابق:

اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے دوماہ کیلئے نئی مانیٹری پالیسی کا اعلان کر دیا ہے جس کے مطابق بنیادی شرح سود میں 0.25 پوائنٹس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ پاکستان میں تین سال بعد شرح سود بڑھادی گئی، عوام اور تاجروں کیلئے بینکوں کے قرضے مزید مہنگے ہو گئے، جمعے کو اسٹیٹ بینک نے آئندہ دوماہ کیلئے نئی مانیٹری پالیسی جاری کر دی۔ گورنر اسٹیٹ بینک طارق باجوہ نے نیوز کانفرنس میں صحافیوں کو تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ بنیادی شرح سود میں 0.25 پوائنٹس اضافے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کے بعد اب بنیادی شرح سود 5.75 سے بڑھ کر 6 فیصد ہو گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ فیصلہ تیل کی موجودہ قیمتیں، درآمدات اور مہنگائی بڑھنے کے پیش نظر کیا گیا۔[8]

سود اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور صریح اعلان جنگ ہے، سود کے متعلق ارشاد ربانی ہے کہ:

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا مابقى من الربا ان كنتم مؤمنين، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله[9]۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو، پھر اگر تم نے نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سنو۔

اسی طرح حضور ﷺ نے سود کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا تاکہ اس کے نقصانات سے سماج کے غریب لوگ محفوظ رہ سکیں چنانچہ فرمایا کہ:

اجتنبوا السبع الموبقات قیل یارسول الله ما هی قال الشرك بالله والشح وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات[10]۔

ترجمہ: سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، چغل خوری کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر بہتان لگانا۔

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اقدار، اخلاق اور اصولوں کی عملی مثال تھی، آپ ﷺ کی سیرت میں محتاجی، فقر و غربت اور بے روزگاری جیسے مسائل کے حل کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

### 1: مہنگائی:

ریاست اپنی کمائی سے زیادہ خرچ کر دیتی ہے۔ مالی خسارے کو پورا کرنے کیلئے وہ نوٹ چھاپتی ہے، چنانچہ عوام کی کمائی اور بچت دونوں کی قدر و قیمت بتدریج گرتی چلی جاتی ہے۔ ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر ہر سال اوسطاً 5 فیصد کے قریب گر جاتی ہے۔ 1970ء میں ایک ڈالر چار روپے کا تھا، آج 115 روپے کا ہے۔ اگر خود ڈالر کی ارزانی کو پیش نظر رکھا جائے تو عام پاکستانی کو اپنا 1947ء والا معیار زندگی برقرار رکھنے کے لیے اس سے 50 گنا زائد روپے کمانے ہوں گے، جتنے وہ 1947ء میں کماتا تھا۔ کرنسی کی تخلیق اور تقسیم کا موجودہ نظام انتہائی غیر منصفانہ ہے اور امیروں کو مزید امیر جبکہ غریبوں کو مزید غریب بناتا ہے۔ جب تک کرنسی کی تخلیق اور تقسیم کا نظام نہیں بدلے گا اس وقت تک کسی چیز میں تبدیلی نہیں آسکتی ،اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ:

If We Don't Change the Way Money Is Created and Distributed, We Change nothing ...the money system itself is the source of inequality[11].

ترجمہ: اگر ہم کرنسی کی تخلیق اور تقسیم کا نظام نہیں بدلیں گے اس وقت تک ہم کسی چیز کو تبدیلی نہیں کر سکتے۔ کرنسی نظام بذات خود عدم مساوات کا ذریعہ ہے۔

مہنگائی کے اسباب میں سے ایک ذخیرہ اندوزی ہے، لوگوں کی غذا گیہوں، دال، آٹا، چاول اور روغن وغیرہ ذخیرہ کر کے اس کے مہنگے ہو جانے کے انتظار میں روکے رکھنا ذخیرہ اندوزی ہے تاکہ لوگوں کو ضرورت پڑے لیکن مل نہ سکے تاکہ ان کی ضرورت رفع ہو

یہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے جس کیلئے جہنم کا وعید سنایا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی لوگوں کی غذا ایسی صورت میں روک لیتا ہے جب لوگوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی یا اگر ضرورت پڑتی بھی ہے تو پھر مل جاتی ہے کہ وہ انہیں بیچ دیتا ہے اور ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے یا وہ مہنگی بیچنے کیلئے نہیں اپنے کنبے کے خرچ کیلئے روک لیتا ہے تو ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں ذخیرہ اندوزی حرام نہیں اس کے علاوہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے اس قیمت پر بیچنے کیلئے مجبور کرے جس پر وہ خود راضی ہو جائے اور اگر وہ زیادہ قیمت وصول کرنا چاہے تو ریاست منصفانہ نرخ سے اس کی قیمت ادا کر کے اس کے گیہوں حاجت مندوں کو فروخت کرے۔

ملکی سطح پر مہنگائی کے حوالے سے ادارہ شماریات کا کہنا ہے کہ مارچ 2017ء میں مہنگائی کی شرح میں 0.84 فیصد اضافہ ہوا ہے، آصف باجوہ نے بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ مارچ 2016ء کے مقابلے میں مارچ 2017ء میں مہنگائی کی شرح 4.94 فیصد ریکارڈ کی گئی ہے۔ مالی سال 17-2016ء کے 9 ماہ میں مہنگائی کی شرح 4.01 فیصد ریکارڈ کی گئی ہے، سب سے زیادہ ٹماٹر کی قیمتوں میں 68 فیصد اضافہ ہوا ہے، سبز مرچ 36 فیصد، چکن 22 فیصد اور پیاز میں 18 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ مارچ 2016ء کی نسبت مارچ 2017ء میں ٹماٹر کی قیمت 128 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے، آلو 50، چنا43، ایل پی جی 24 فیصد مہنگی ریکارڈ کی گئی ہے۔ چکن 19، پیٹرول 16، ڈیزل 15، چائے 16 فیصد مہنگی ریکارڈ کی گئی[12]۔

یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو روزمرہ ہر گھرانے کے استعمال کی ہیں اور ان کا اثر براہ راست غریب پر پڑتا ہے۔

## 2: بیروزگاری:

بیروزگاری، غربت وافلاس کا ایک اہم سبب ہے۔ ملک میں ہر تعلیم یافتہ نوجوان بیروزگاری کا رونا رو رہا ہے۔ صنعتی ترقی، سرمایہ کاری اور عوام میں مہارتوں کے فروغ کا فقدان ہے جبکہ مقتدر طبقہ دستیاب وسائل پر اکثر وبیشتر اقرباء کو نوازنے اور کرپشن کو فروغ دیتے ہوئے نااہل افراد کو تعینات کرتے ہیں جسکی وجہ سے صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری مزید رک جاتی ہے اور غربت وبیروزگاری میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ 1947ء میں 80 فیصد عوام دیہی علاقوں میں رہائش پذیر تھے۔ آج آبادی میں زبردست اضافے، شہر کاری Urbanization، صنعتی ترقی کی ناکامی، خالص بیروزگاری اور نیم بیروزگاری under-employment نے کار گر عمر والی آبادی کے تقریباً نصف حصے کو متاثر کر رکھا ہے۔ اس کا واحد علاج تیز رفتار صنعتی ترقی، سرمایہ کاری اور عوام میں مہارتوں کا فروغ ہے۔ نیشنل ہیومن ڈیولپمنٹ نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ پاکستان میں سال 2015ء کے دوران نوجوانوں میں بیروزگاری کی شرح 9.1 فیصد تک پہنچ گئی تھی جبکہ 2007ء میں یہ شرح 6.5 فیصد تھی۔ ملک کی کل افرادی قوت میں 41.6 فیصد نوجوان ہیں، جنکی عمر 15 سے 29 برس کے درمیان ہے۔ 2015ء میں نوجوانوں کی بیروزگاری کی شرح 9.1 فیصد رہی جو اب بھی 2004ء کے مقابلے میں کم ہے۔ نیشنل ہیومن ڈیولپمنٹ کی رپورٹ 'پاکستان کے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا' میں کہا گیا کہ مزدوروں کے عالمی ادارے نے 15 سے 24 سال کے عمر کے نوجوان میں بیروزگاری کی شرح 10.8 فیصد بتائی۔ رپورٹ میں نوجوانوں کو بااختیار بنانے

کے حوالے سے 3 اہم چیزوں پر توجہ دی گئی ہے، جن میں اعلیٰ تعلیم، منافع بخش روزگار اور معقول مشغولیت شامل ہیں[13]۔

نیشنل ہیومین ڈیولپمنٹ کی رپورٹ میں کہا گیا کہ پاکستان میں اس وقت تاریخ کی سب سے بڑی نوجوان نسل موجود ہے اور اسکی آبادی کا 64 فیصد حصہ 30 سال سے کم عمر کا ہے جبکہ 29 فیصد نوجوان 15 سے 29 برس کے درمیان ہیں۔اسکے علاوہ پاکستان دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ نوجوانوں کی تعداد رکھنے والے ممالک میں سے ہے جبکہ جنوبی ایشیاء میں افغانستان کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔

**3: بدانتظامی:**

بدانتظامی اور بلاوجہ تخصیص یا پسند و ناپسند، غربت وافلاس بڑھانے کے منابع میں سے ہیں۔ بعض مستثنیات کو چھوڑ کر وطن عزیز میں ریکارڈ یہ رہا ہے کہ عمل درآمد تو درکنار پالیسیاں ناقص رہیں یا سرے سے مفقود رہیں۔اس کا سبب بیوروکریسی کا زوال اور بالآخر دھڑن تختہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ ضوابط اور موزوں طریقہ کار کی دھجیاں اڑانا بھی ایک سبب ہے۔ ذاتی پسند ناپسند پر فیصلہ سازی معمول بن چکی ہے، سینئر بیوروکریٹ سول سرونٹ کی ذمہ داریوں کے بجائے ذاتی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں، بدعنوانی کبھی ایک اتفاقی واقعہ تھا، آج وبائی مرض کی طرح پھیل چکی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ حکمران سے لیکر دربان تک سب اپنی زندگی میں اصول و قواعد کا سختی سے پابند ہوتے، کیونکہ اس کی پابندی کا اثر اس معاشرہ اور ماحول پر پڑے گا، جہاں وہ ایام حیات بسر کر رہا ہے۔ اصولوں کو ترتیب بھی تو اس مقصد کیلئے دیا جاتا ہے کہ ہر کوئی ان ضوابط اور مجموعہ قوانین کی پاسداری کرے، کوئی مصلحت و منفعت اصولوں پر عملدرآمد سے رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔ تعلقات، قرابت داری اور اقربا پروری ان قواعد میں نرمی، جھکاؤ اور ڈھیل کا باعث نہ بن سکے۔ عہدہ و منصب بھی تنظیم سے غداری کے مرتکب کو کیفر کردار تک پہنچانے میں حائل نہ ہوں۔ قانون کی اس حکمرانی کی جھلک سرکار دوعالم ﷺ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ عرب کے ایک معزز خاندان کی ایک بااثر خاتون نے چوری کی، مقدمہ آپ ﷺ کی بارگاہ انصاف میں آیا تو آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری فرمادیا، اہل قبیلہ نے رسوائی سے بچنے کیلئے سفارش کروائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

یا ایھا الناس انما هلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق منهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحدود ، والله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها[14] ۔

ترجمہ: اے لوگو! تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا غلطی کا ارتکاب کرتا تو مختلف حیلوں، بہانوں سے سزا سے بچ جاتا اور جب کوئی عام انسان کسی فعل شنیع کا مرتکب ہوتا تو سزا پاتا۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

اس واقعہ میں معمولی تفکر سے ایک اہم نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ باپ بیٹی پر بہت ہی شفیق و مہربان ہوتا ہے اس کو جگر گوشہ اور جسم کا حصہ قرار دیتا ہے مگر جہاں اصولوں کی پاسداری کی بات آتی ہے تو وہاں تعلقات اور قرابت داری کو ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے اور حدود کے نفاذ میں کوئی پس و پیش نہیں کی جاتی۔ جب حکمران اس قدر اصول پسندی کا ثبوت دے گا تو معاشرہ یا ملک امن و امان کا گہوارہ

بن جائے گا اور ہر طرف سکون وچین اور معاشی استحکام کا سایہ فگن ہوگا، بایں طور امراءورؤسا معاشرے کے غربا وفقرا کی عزتوں کو شیر مادر سمجھ کر ہضم نہ کر سکیں گے۔

**4: جہالت:**

ہماری تقریباً 25 فیصد آبادی قطعی بے ہنر ہے، چنانچہ اس کیلئے کسی شعبے میں روزگار کی کوئی ضمانت نہیں لہٰذا وہ صرف جسمانی محنت مشقت کر سکتی ہے اور اس صورتحال کا سبب پاکستان کے تعلیمی نظام کا بتدریج زوال ہے۔ اپنا نام لکھ لینے اور پڑھ لینے والا خواندہ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ کسی بھی مروجہ معیار کے تحت وطن عزیز کی حقیقی شرح خواندگی اندازاً 50 فیصد ہے۔ یکساں اور معیاری تعلیم کے فروغ کیلئے بھاری سرمایہ کاری درکار ہے جسکی سمت بھی درست ہو۔ آج بھی ہمارے نصاب کے مضامین اپنی کمزوریوں کو زیر بحث لانے کے بجائے غیر ضروری مواد سے بھرے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہمارے قومی نصابِ تعلیم میں نوجوانوں کو یہ پڑھایا جائے کہ ہم سالہا سال گزرنے کے باوجود غربت، جہالت مافیاز کے راج، وڈیرہ شاہی اور جاگیر دارانہ نظام کو ختم کیوں نہ کر سکے، ہم آج جدید دنیا کے ساتھ چلنے کے قومی تقاضے کیسے پورے کر سکتے ہیں، ترقی یافتہ معاشروں کی جدید صنعت و حرفت، سائنسی علوم اور مہارتیں اپنے ہاں کیسے منتقل کی جاسکتی ہیں اور ہم ان سے کیسے استفادہ کر سکتے ہیں، اس کیلئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ ہم اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ پا سکیں۔ پاکستان میں تعلیم کے فروغ کیلئے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیم 'الف اعلان' کے مطابق پاکستان میں اس وقت بھی 10 سال اور اس سے زیادہ عمر کی آبادی میں خواندگی کا تناسب 58 فیصد ہے۔ 'الف اعلان' کے مطابق شہری علاقوں میں شرحِ خواندگی 74 فیصد جب کہ دیہی علاقوں میں 49 فیصد ہے۔ واضح رہے کہ 2007ء اور 2008ء میں بھی سرکاری طور پر بتائی گئی شرحِ خواندگی 58 فی صد ہی تھی۔ حالیہ برسوں میں دو مرتبہ یہ شرح 60 فیصد تک پہنچی لیکن پھر نیچے آگئی۔ پاکستان میں کسی بھی زبان میں سادہ خط پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت کے حامل افراد کو خواندہ کہتے ہیں۔ ماہرینِ تعلیم کہتے ہیں اس تعریف کے مطابق بھی پاکستان میں شرحِ خواندگی کا 58 فیصد ہونا ملک کی معاشی ترقی کے حصول کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان کی وفاقی وزارتِ تعلیم نے ملک میں تعلیم کی صورتِ حال کو بہتر بنانے کیلئے 2013ء میں پانچ سالہ نیشنل پلان آف ایکشن شائع کیا تھا جسکے تحت حکومت نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ دو سال کے اندر شرحِ خواندگی میں 50 فیصد بہتری لائی جائے گی۔ پاکستان میں تعلیمی شعبے کی صورتِ حال غیر تسلی بخش رہی ہے اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دو کروڑ 20 لاکھ بچے اب بھی اسکول نہیں جاتے۔ موجودہ حکومت کے عہدیدار کہتے رہے ہیں کہ اس دورِ حکومت میں تعلیم کے بجٹ میں بتدریج اضافہ کرتے ہوئے اسے 4 فیصد تک لے جایا جائے گا، لیکن اب تک ایسا نہیں ہو سکا ہے[15]۔

یہ حقیقت ہے کہ ہم تعلیم کی طرف سے مجرمانہ تغافل برت رہے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ سائنسی و تکنیکی علوم کیلئے محنت کی جائے۔ ایک مربوط تعلیمی نظام جو امت مسلمہ کے ہر گروہ کی کفالت کرے وقت کی آواز ہے۔ امت مسلمہ کے تمام ممالک مل کر تحقیقی ادارے قائم کریں اور پھر ہر ملک کے ذہین نوجوانوں کو وہاں تعلیم و تربیت دیں تاکہ مغربی ترقی کا وافی اور کافی جواب دیا جاسکے۔ اسی

لئے تو شہرہ آفاق محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے ایک عالمی مسلم یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ تیار کیا تھا جس میں موصوف نے امت مسلمہ کو مستقبل کی تعلیمی منصوبہ بندی کیلئے گراں قدر تجاویز دی ہیں، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس خاکہ میں حقیقت کا رنگ بھرا جائے اور امت مسلمہ اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے عملی پیش رفت کرے۔ اس سلسلے میں موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ایک ایسے فعال مرکز کا قیام ضروری ہے جہاں مسلمان نوجوانوں کے ذہن کی صحیح تربیت کی جائے اور ایک بین الملّی سوچ کو پروان چڑھایا جائے۔ عالمی یونیورسٹی کے قیام کا اولین مقصد انسان کے ادراک حقیقت کو پروان چڑھانا اور اسے کائنات کی بنیادی صداقتوں سے از سر نو متعارف کرانا ہو، یہ مقصد ایک ایسے نظام تعلیم کے ذریعے حاصل کیا جائے جس کی اساس الہامی اور اکتسابی علوم کے امتزاج اور اشتراک پر ہو اور جس کے تحت ایسے مثالی ادارے قائم کئے جائیں جہاں سائنسدانوں اور دانشوروں کی ایسی نسلیں تیار ہوں جو ایک طرف تو عمرانی، طبعیاتی اور حیاتیاتی علوم کی ماہر ہوں اور دوسری طرف قرآن، حدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھتی ہوں۔ جب تک اس قسم کے لوگ نسل در نسل زندگی کے ہر شعبے پر متمکن نہیں ہو جاتے تب تک احیائے اسلام کی کوئی تحریک جڑ نہیں پکڑ سکتی........ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اسلامی افکار و نظریات کو سائنسی بنیادوں پر منظم کرنے کیلئے ایک ایسا فلسفیانہ ادارہ قائم کیا جائے جہاں ان افکار و نظریات کو سائنٹیفک طریقہ سے پیش کیا جاسکے۔ اس نوعیت کا ادارہ ایک عالمی یونیورسٹی ہی ہو سکتا ہے........ مجوزہ اسلامی دانشگاہ کے ساتھ مسلم ممالک کے ایسے تعلیمی و تحقیقی اداروں کا الحاق بھی کیا جانا چاہئے جو ترقیاتی منصوبہ بندی میں اپنے تجربات کو باہمی استفادہ کیلئے مربوط بنا سکیں جیسا کہ یونائیٹڈ نیشنز یونیورسٹی اور اس سے ملحقہ ادارے کر رہے ہیں اور جن کے سٹاف ماہرین کی بین الاقوامی جماعت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب تک مسلم ممالک اس نہج پر اپنے اعلیٰ تربیتی اور تحقیقی اداروں کو منظم نہیں کرتے اور اپنے تجربہ کار ماہرین اور نوجوان فاضلین کو مشترک افادیت کے منصوبوں پر کام کرنے کیلئے یکجا نہیں کرتے، اس وقت تک انہیں اپنے وسائل پر کلی اختیار حاصل نہیں ہو سکتا اور اس اختیار کے بغیر قومی آزادی اور حاکمیت بھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ترقی پزیر ممالک سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں گراں خرچ تحقیق کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لئے انہیں دنیا کے علمی ذخائر سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے محدود وسائل کو محض اطلاقی میدان میں استعمال کرنا چاہئے۔ یہ مشورہ ان ممالک کو دائمی محتاجی کی طرف دھکیل دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان ملک کو باہمی اشتراک سے سائنسدانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار کرنی چاہئے جنہوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں اعلیٰ ترین معیار حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہو"[16]۔

دنیا میں ترقی کی رفتار کو اپنے ساتھ برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم بھی عصری علوم پر دسترس حاصل کریں۔ اسلام کبھی بھی ترقی اور سائنس کی راہ میں حائل نہیں رہا بلکہ وہ انسان کی عقلی سرگرمیوں کو اس قدر پسند کرتا ہے کہ اس کو فرشتوں سے افضل قرار دیتا ہے۔ کسی اور مذہب نے عقل پر اتنا زور نہیں دیا جتنا اسلام نے دیا ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسانی زندگی کے تمام مظاہر میں علم کو فوقیت حاصل ہے[17]۔ اسلام کائنات کے سربستہ رازوں پر ہر طرح کی تحقیق کی بھرپور دعوت دیتا ہے تاکہ اپنی عقل و جستجو کے ذریعے

نت نئے ایجادات کر کے معاشرے کو خوشحالی اور امن کا گہوارہ بنایا جائے۔ جن لوگوں نے قرآن حکیم کی تعلیمات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے انہیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ جدید سائنسی دور کا آغاز چودھویں صدی عیسوی سے نہیں بلکہ نزول قرآن کی تاریخ (چھٹی صدی عیسوی) سے ہوا ہے۔اسی نے سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کیا کہ کائنات کی ساری چیزیں (آفتاب وماہتاب سے لے کر ذرہ تک) اپنی اصلی ساخت اور مقصد کے لحاظ سے انسان کی خدمت گزاری کے لئے پیدا ہوئی ہیں اور انسان کو یہ اہلیت دی گئی ہے کہ وہ عقل و تجربہ کی رہنمائی سے ان پر قابو حاصل کر کے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ڈاکٹر محمد اقبال لکھتے ہیں کہ :

"According to the Quran, there are two other sources of knowledge, Nature and History; and it is in tapping these sources of knowledge that the spirit of Islam is seen at its best"[18].

"قرآن کے مطابق، علم کے دوذرائع بھی ہیں۔قدرت اور تاریخ،اور یہ علم کے ان ذرائع کو تھپتھلانے میں ہے کہ اس میں اسلام کی روح بہترین طور پر دیکھی جاسکتی ہے "۔

اس سلسلے میں مولانا شہاب الدین ندوی لکھتے ہیں کہ :

"انسان کو سب سے پہلے جو علم عطا کیا گیا وہ علم اشیاء ہے۔یعنی تمام موجودات عالم اور ان کی خصوصیات وامتیازات کا علم۔اس کو ہم مختصر طور پر "علم اسماء" یا علمی مظاہر کائنات کہہ سکتے ہیں۔موجودہ دور میں سائنس جن چیزوں سے بحث کرتی ہے وہ ہی موجودات عالم ہیں"[19]۔گویا سائنسی علم موجودات پر تحقیق کا نام ہے اور خالق کائنات نے سب سے پہلے آدم کو موجودات کی طرف توجہ دلا کر اس کا علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔اسی طرح شیخ طنطاوی اشیاء کے علوم سے واقفیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

فمن لم یقدر معرفة مراتب الاشیاء لایستحق ان یکون خلیفة علیها[20]۔

ترجمہ: جو ہستی اشیائے عالم کے مراتب سے ناواقف ہو وہ ان اشیاء پر خلیفہ ہونے کی مستحق نہیں ہوسکتی۔

یہ دور سائنسی ترقی اور فنی عروج کا ہے،امت مسلمہ جب تک جدید دور کے فنی مہارت سے لیس ہو کر میدان عمل میں نہیں اترے گی غربت کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔امت مسلمہ من حیث القوم ٹیکنکل ایجوکیشن کی طرف اغماض برت رہی ہے۔ باصلاحیت نوجوانوں کو تحقیق اور کام کرنے کی سہولیات مہیا نہیں کی جارہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تخلیقی و تحقیقی ذہن رکھنے والے نوجوان ان ممالک کا رخ کرتے ہیں جہاں ان کو اچھا معاوضہ اور عزت ملتی ہے۔یہ رویہ انتہائی خطرناک اور ناعاقبت اندیشانہ ہے،اس طرح سے تو ہم اپنے ہاتھوں اپنے قیمتی اثاثہ جات کو ضائع کر رہے ہیں۔ یہ نوجوان اپنے ملک کی بجائے دوسرے ممالک کے ترقی کا ذریعہ بن رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے ہاں غربت وافلاس میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

## 5: عدم مساوات اور معاشی تفاوت:

پاکستانی قوم نے ایک ایسی ریاست میں جنم لیا،جہاں کے دیہی علاقوں میں جاگیردارانہ عدم مساوات رائج تھی۔یہ نظام تب

سے پھیلتے پھیلتے کاروبار، صنعت اور بیورو کریسی میں سرایت کر چکا ہے، امیر اور غریب میں فرق بے انتہا بڑھ چکا ہے۔ پاکستان کا ایک فیصد خوشحال طبقہ دولت کی ریل پیل سے مستفید ہو رہا ہے جبکہ آبادی کا وسیع حصہ مستقلاً غربت کی جانب دھکیلا جا رہا ہے۔ کسی بھی انسانی معاشرے میں لوگوں کے درمیان معاشی تفاوت کا پایا جانا یعنی بعض کا صاحبِ ثروت و دولت اور امیر و غنی ہونا بعض کا ضرورت مند اور غریب و مفلس ہونا ایک فطری امر ہے اور اس میں کئی تکوینی مصلحتیں پوشیدہ ہیں مگر ہم خالق کائنات کے تکوینی نظام کے بجائے اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ تشریعی نظام کے مکلف ہیں۔ چنانچہ شریعت محمدیہ ﷺ درجاتِ معیشت میں سوشلزم کی طرح غیر فطری مساوات کی قائل تو نہیں البتہ اس نے "حق معیشت" میں بغیر کسی تفریق کے جملہ انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔اس کے لئے بالعموم خوشدلانہ، رضاکارانہ اور مواسات یعنی باہمی ہمدردی و غمخواری کی تعلیمات سے کام لیا ہے، اس لئے غربت وافلاس کا مسئلہ زیادہ تر تو شریعت محمدیہ ﷺ کی انہی بے نظیر و بے مثال اور مؤثر تعلیمات سے حل ہو جاتا ہے باقی کسر قانون کی مدد سے نکال لی جاتی ہے۔

سیرت نبوی ﷺ میں اس کی سب سے بڑی مثال سرکار دو عالم ﷺ کا وہ معاہدہ مواخاۃ ہے جو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ جس کی مدد سے نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کی رہائش خوراک اور کاروبار کا مسئلہ فوری طور پر اتنی آسانی سے حل فرمایا کہ دنیا آج تک انگشت بدنداں ہے۔ اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے امارت و غربت کے طبقاتی احساس کو مٹا کر اخوت و بھائی چارے، ہمدردی و غمخواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ یہ بات عدل وانصاف اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ تو ضروری خوردونوش، لباس، تعلیم، علاج معالجہ کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوں اور ساتھ ہی ایک طبقہ عیش و عشرت فضول خرچیوں اور اپنے اللوں تللوں سے ان غربت کے مارے لوگوں کے زخموں پر مزید نمک چھڑکے۔ ایک اسلامی معاشرے میں اس امر کی قطعاً گنجائش نہیں۔ قرآن مجید میں مکی دور کے اندر ہی غرباء و مساکین اور محروم المعیشت لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے اور انہیں معاشی فکر سے مطمئن کرنے کے لئے احکامات اور ہدایات اترنا شروع ہو گئیں۔ قانون نافذ کرنے سے قبل ترغیبی اور تشویقی انداز میں صاحب حیثیت حضرات کو دلنشین انداز میں ایثار وانفاق کی تلقین کی گئی۔ انہیں ذہنی و قلبی طور پر غرباء کی رضاکارانہ مالی امداد و تعاون پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جب تک کسی معاشرے میں ذہنی و قلبی تبدیلی نہیں آجاتی اس وقت تک اس میں کوئی تبدیلی رونما اور انقلاب برپا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اشرف المخلوقات ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا یہ احساس ذمہ داری ایسا بیدار ہو کہ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق ہم ہر غریب و مفلس کی غربت وافلاس کی ٹیس اور چبھن اس طرح محسوس کریں کہ :

مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى[21]۔

ترجمہ: مسلمانوں کی مثال آپس کی محبت میں اور شفقت میں اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند ہے، اگر اس کے کسی عضو کو تکلیف کی شکایت ہو تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کی شکایت کرتا ہے۔

جس طرح ایک عضو بدن میں تکلیف سے سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، جب ہم کسی غریب و مفلس کو دیکھیں تو ہمارا خواب وآرام حرام ہو جائے۔ حضرت منذر ابن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی یہ خستہ حالی دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ کو اس وقت تک چین نہ آیا اور اس وقت تک آپ ﷺ کے چہرہ انور پر بشاشت کے آثار نمودار نہ ہوئے جب تک کہ ان کی اس تنگ حالی کا ضروری سامان نہیں ہو گیا۔

فتمعروجه رسول الله ﷺ لما رای بهم من الفاقة ـــــحتی رایت کومین من طعام وثیاب حتی رایت وجه رسول الله ﷺ یتهلل کانه مذهبة[22]۔

ترجمہ: ان کی خستہ حالی دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ کھانے اور کپڑوں کے ڈھیر کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور چمک اٹھا گویا سونے کا''۔

جب لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوں تو اس وقت اپنی ضرورت سے زائد مال دینے کی آپ ﷺ نے صرف ترغیب ہی نہیں بلکہ حکم فرمایا ہے:

عن ابی سعید الخدری قال بینما نحن فی سفر مع النبی ﷺ اذجاء رجل علیٰ راحلة له قال فجعل یصرف بصره یمینا وشمالا فقال رسول الله ﷺ من کان معه فضل ظهر فلیعد به علیٰ من لا ظهر له ومن کان له فضل من زاد فلیعد به علیٰ من لا زاد له۔ قال فذکر من اصناف المال ماذکر حتی راینا انه لا حق لاحد منا فی فضل[23]۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور (سوال بھری نگاہوں سے) دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ نبی ﷺ نے اس کی اس احتیاج کو دیکھا تو صحابہ کرام ؓ سے فرمایا: جس آدمی کے پاس فاضل سواری ہو وہ سواری اس آدمی کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل زاد راہ ہے وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اسی طرح کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کو بھی اپنے فاضل مال میں کوئی حق نہیں۔

یہی حضور اکرم ﷺ کی حسین تعلیمات تھیں جن کی وجہ سے ایک طرف امراء واغنیاء کے دل میں غریب کی محبت، احساس ہمدردی، خیر خواہی، غمگساری، ایثار وقربانی اور اخوت کے جذبات پیدا ہوئے۔ یُؤْثِرُوْنَ ذَالحَاجَةِ وَیَحْفَظُوْنَ الْغَرِیْبَ[24] ''(وہ صحابہ) حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے اور غریب (کے حقوق) کی حفاظت کرتے ہیں۔

دوسری طرف غریبوں کے دلوں میں اپنے امیر بھائیوں کے لئے نفرت و عداوت کی جگہ محبت، عزت و تکریم اور مرتبہ شناسی کے لطیف جذبات پیدا ہوئے اور یوں ایسا ماحول پیدا ہوا کہ امراء و غرباء کے درمیان نفرت کی ساری دیواریں گر گئیں، امارت و

غربت کے سارے فاصلے مٹ گئے، معاشی و معاشرتی تفاوت ختم ہو گیا، امیر و غریب کی بنیاد پر طبقاتی تفریق و تقسیم نسیا منسیا ہو گئی، دنیا کے خود ساختہ درجات اور مراتب کا خاتمہ ہو گیا، چھوٹے و بڑے، امیر و غریب، قریشی و غیر قریشی، عربی و عجمی، حبشی و رومی، گورے و کالے اور آقا و غلام کے امتیازات ختم ہو گئے اور سب بھائی بھائی، ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر خواہ، بہی خواہ، اور جاں نثار بن گئے، امراء اور غرباء میں تعاون و تکافل اور بھائی چارے کی ایسی پر سکون، پر لطف اور محبت بھری فضا پیدا ہو گئی کہ چشم فلک نے اس کا نظارہ نہ اس سے پہلے کیا تھا اور نہ آج تک کر سکی ہے۔

**6: عدم سرمایہ کاری:**

ملک اس لیے غریب ہے کہ ریاست غریب ہے۔ ملک اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کر دیتا ہے چنانچہ یہی حال عوام کا بھی ہے۔ بچت کی رقم اگر گرانی سے زائل ہونے لگے تو بچت کوئی دانش مندانہ فیصلہ نہیں ہو گا۔ اگر قومی اور انفرادی سطح پر بچت کو فروغ نہ دیا جائے تو بنیادی ڈھانچے یعنی صنعت، تعلیم، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں میں سرکاری یا نجی شعبے کی طرف سے سرمایہ کاری مستقبل قریب میں مفقود رہے گی۔ پاکستان کو ترقیاتی منصوبوں کے لیے بیرونی امداد اور قرضوں پر انحصار جاری رکھنا پڑے گا جو کہ آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہوں گے۔ اس حوالے سے غیر مناسب آب وہوا، غلط پالیسیوں اور برآمدات کی راہ میں پیدا کی جانے والی رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ غذائی اشیاء کی قیمتوں کے بڑھنے سے نہ صرف دنیا کے غریب مشکلات سے دوچار نہیں ہوں گے بلکہ کوتاہ مدت میں ممالک کو داخلی طور پر اور دراز مدت میں دنیا کی اقتصادی ترقی کو نقصان پہنچے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ افراد جو غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی یا کم آمدنی والے ممالک میں متوسط زندگی بسر کرتے ہیں انہیں سب سے زیادہ نقصان پہنچے گا۔ اس مشکل سے نجات حاصل کرنے کیلئے غریب ملکوں خصوصاً وطن عزیز میں غربت سے رفاہ کی سمت حرکت کرنے اور ثقافتی، سماجی اور اقتصادی میدانوں میں ترقی لانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ، افغانستان اور پاکستان (مینیپ) کی معاشی صورتحال پر پیش کی گئی رپورٹ میں آئی ایم ایف کا کہنا تھا کہ: معاشی خطرات میں اضافے اور تقسیم شدہ داخلی پالیسی نے پاکستان کو اقتصادی نقطہ نظر سے کمزور کیا، جس کے سبب مالی سال 2019 میں 4.7 فیصد ترقی کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔[25]

جس معاشرے میں اقتصادی ترقی نہیں وہ اقتصادی کمزوری کی وجہ سے سماجی اور فلاحی سہولیات فراہم نہیں کر سکتا۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ غربت وافلاس سے مقابلے کیلئے مؤثر ترین طریقہ روزگار کا فراہم کرنا ہے۔ زراعت وصنعت اور دیگر تجارتی میدانوں میں سرمایہ کاری اور عالمی سطح پر تجارتی لین دین میں فعال کردار ادا کر کے اقتصادی حالات بہتر بنائے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں مختلف طبقات کے درمیان ثروت کی منصفانہ تقسیم اور اجتماعی طور پر پایا جانے والا انصاف اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ مغرب کے توسیع پسند سامراجی ممالک کی پالیسیوں نے بھی ترقی پذیر ممالک کو سیاسی واقتصادی مشکلات منجملہ غربت وافلاس سے دوچار کر دیا ہے لہذا غربت کی مشکلات کو دور کرنے میں ترقی پذیر ممالک کی ذمہ داری زیادہ بنتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ اہلیت اور قابلیت رکھنے

والے افراد نے اگر مختلف شعبوں میں ٹھوس پالیسیاں نہ بنائیں اور ان پر عمل درآمد نہ کیا، تو پاکستان دشواریوں کے مہیب خطرات پر قابو نہیں پاسکے گا۔ غربت کے اسباب کا چیلنج تھوڑے تھوڑے اقدامات سے زیر نہیں ہو سکے گا۔ اس کیلئے تو ایک جامع ومانع پالیسی ڈیزائن کرنا درکار ہے، جو پاکستان کو ایک جدید، پُرامن اور خوشحال ملک میں تبدیل کردے۔ محب وطن پاکستانیوں کو چاہیے کہ ایسی پالیسی سازی کا مطالبہ کریں اور اس کی تشکیل اور نفاذ میں مدد بھی دیں، تاریک پہلو کو غالب نہ آنے دیں اور سب سے بڑھ کر اسلامی تعلیمات کو اپنا کر سیرت نبوی ﷺ کے تناظر میں اس پر قابو پانے کی اشد ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے معاشی منصوبوں کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور انہیں کھیتی باڑی کرنے پر آمادہ کرتے تھے، آپ ﷺ نے انصار صحابہ کو مالی حالت سے کمزور مہاجرین صحابہ کے ساتھ بھائی بھائی بنایا تاکہ انصار صحابہ مہاجرین صحابہ کی مدد کرسکے، کیونکہ مہاجرین صحابہ نے اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں:

قالت الانصار للنبی؟اقسم بیننا وبین اخواننا النخل قال لا فقالوا تکفونا المئونۃونشرککم فی الثمرۃ قالوا سمعنا واطعنا[26]۔

ترجمہ: انصار نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ آپ ﷺ نے انکار کیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو ہم تم میوے میں شریک رہیں گے انہوں نے کہا اچھا ہم نے سنا اور قبول کیا۔

**7: عدم تحفظ/امن وامان کا فقدان:**

ملک کے بہت سے شہروں اور علاقوں میں عدم تحفظ کی موجودہ صورتحال نے منظم جرائم، مذہبی منافرت، پر تشدد انتہا پسندی اور سیاسی موقع پرستی کے آمیزے سے جنم لیا ہے۔ پاکستان میں سلامتی کے بارے میں دنیا بھر میں پائے جانے والے خدشات حقیقی خطرات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ جب تک تحفظ اور سلامتی کا مسئلہ حل نہیں کیا جائے گا، کوئی بیرونی یا ملکی سرمایہ کاری یا ترقیاتی منصوبے عمل میں نہیں آسکتے۔ متزلزل عزم، تذبذب، اور خوف حکومت کے بدترین دشمن ہوا کرتے ہیں، لہذا اسی لئے غربت وافلاس کے خاتمے کیلئے امن وامان کا قیام لازمی ولابدی ہے۔ قتل وغارت گری، بدامنی، اغواء برائے تاوان، ٹارگٹ کلنگ، بم بلاسٹ، دھماکے اور خودکش حملے وغیرہ وہ چیزیں ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف ہر شہری ذہنی کوفت میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ ان چیزوں نے ہمارے معاشیات کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم ؑ جب مکہ کو آباد کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس شہر کو امن کا گہوارہ بنانے کی دعا کرتے ہیں اس کے بعد معیشت کی بات کی جاتی ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی معاشرے کی خوشحالی اور اس میں استحکام کے لئے امن وامان کا قیام لازمی جزو ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِذقَالَ اِبرٰھِیمُ رَبِّ اجعَل ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارزُق اَھلَہ مِنَ الثَّمَرٰتِ[27]۔

ترجمہ: اور جب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب بنادے اس شہر کو امن والا، اور اس کے رہنے والوں کو رزق دے میوے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھتے ہی داخلی امن کی طرف توجہ فرمائی، فساد پھیلانے والوں کے خلاف سخت سے سخت کاروائی فرمائی اور آپ ﷺ کا یہ فرمان سچ ہو کر رہا کہ:

لیتمن ھذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الیٰ حضر موت لایخاف الا اللہ[28]۔

ترجمہ: ایک وقت ایسا آئے گا جب صنعا یمن سے ایک محمل نشین خاتون تنہا سفر کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔

امن وامان برقرار رکھنے کیلئے آپ ﷺ نے کشت وخون سے ہر ممکن گریز کیا، آپ ﷺ نے جاہلی معاشرے کے ان افراد سے لوگوں کو نجات دلائی جو ناسور کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، وہ نہ خود امن، اسلام، آزادی اور عدل ومساوات کے قائل تھے اور نہ کسی دوسرے کو یہ اعلیٰ قدریں قائم کرنے دیتے تھے، اس لئے جس طرح ایک انسان کا بازو اگر اتنا خراب ہو جائے کہ اندیشہ ہو کہ اگر اسے کاٹا نہ گیا تو اس کا زہر پورے بدن میں سرائیت کر جائے گا اور وہ آدمی مر جائے گا، ایسے آدمی کا بازو کاٹ کر اسے بچا لینا سراپا رحمت وشفقت ہے، اسی طرح انسانی معاشرے میں جو افراد ناسور کی حیثیت اختیار کر جائیں اور دوسرے لوگوں کو بھی تباہی کی طرف لے جا رہے ہوں، ان سے معاشرے کو نجات دلانا رحمت اور انسان دوستی کا تقاضا ہے، نبی کریم ﷺ نے غزوات کے ذریعے یہی کام کیا[29]۔
لہذا حضور ﷺ کے اسی فلسفے کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست میں غربت وافلاس کے خاتمے اور نظم وضبط کے قیام اور اسے دائماً برقرار رکھنے کیلئے داخلی امن وامان کا قیام ایک لازمی امر ہے۔

## 8: تعیش پسندی:

وطن عزیز میں عام غربت کا ایک بڑا باعث حکمرانوں، عوامی نمائندوں اور دولت مند لوگوں کی عیش کوشی اور تعیش پسندی بھی ہے۔ اسلام عیش کوشی اور تعیش پسندی کی بجائے تمام معاملات زندگی میں سادگی کو پسند کرتا ہے۔ جبکہ تعیش پسندی اور عیش کوشی میں بے شمار معاشی واخلاقی نقصانات کے باعث اس کو سخت ناپسند قرار دیا گیا ہے۔ کسی ملک میں غربت وافلاس کا ایک بڑا سبب وہاں کے امراء بالخصوص اہل حکومت واقتدار کا تعیشات، شاہ خرچیوں اور رنگ رلیوں میں پڑ جانا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے کوئی آدمی حتی کہ سربراہ مملکت بھی عام لوگوں کے مقابلے میں بود وباش، کھانے پینے اور دوسرے انسانی حقوق میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا ہے۔ VIP اور غیر VIP کی تقسیم غیر اسلامی ہے۔ نبی رحمت ﷺ سے بڑھ کر کون دنیا میں VIP ہو سکتا ہے اس کے باوجود اس شاہ دوعالم ﷺ کے دولت کدہ میں دو دو مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔ آپ کے لئے کبھی کپڑوں کا کوئی جوڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ دس لاکھ مربع میل رقبہ کے حکمران کی رہائش جس ''ایوان صدر'' یا ''وزیر اعظم ہاؤس'' میں تھی اس کا طول وعرض آج بھی ''گنبد خضریٰ'' سے معلوم کیا جا

سکتا ہے اور اس قدسی صفات سید العرب والعجم کی رہائش گاہ کے ''سامان زیست''اور ''کل دنیا'' کی تفصیل اور چشم دید گواہی آج بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ازواج مطہرات میں سے ہر ایک زوجہ محترمہ یا خاتون اول کا حجرہ کس قسم کے سنگ مرمر، ساگوان کی لکڑی اور ''امپورٹڈ'' سامان سے بنایا گیا تھا اس کی تفصیل آج بھی معلوم کی جاسکتی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایاك والتنعم فان عباد الله لیس بالمتنعمین[30]۔

ترجمہ: عیش کوشی سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوشی نہیں کرتے۔

عام افلاس کے زمانے میں ایک صحابی کے مکان پر بالا خانہ کو پسند نہ فرمایا۔حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

ان رسول اللهﷺخرج فرای ﷺقبة مشرفة فقال ماهذا قال له اصحابه هذا لفلان رجل من الانصار قال فسکت وحملها فی نفسه حتی اذا جاء صاحبها رسول اللهﷺیسلم علیه فی الناس اعرض عنه صنع ذالك مراراًحتی عرف الرجل الغضب فیه والاعراض عنه فشکا ذالك الی اصحابه فقال والله انی لانکر رسول اللهﷺقالوا خرج فرای قبتك قال فرجع الرجل الی قبته فهدمها حتی سواها بالارض فخرج رسول اللهﷺذات یوم فلم یرها قال ما فعلت القبة قالوا شکا الینا صاحبها اعراضك عنه فاخبرناه فهدمها فقال اما ان کل بناء وبال علیٰ صاحبه الامالاالامالایعنی مالابدمنه[31]۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نکلے تو آپ نے بالاخانہ دیکھا فرمایا یہ کیا ہے، صحابہ نے فرمایا یہ فلاں انصاری شخص کا ہے، راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ خاموش ہوئے اور اسے دل میں رکھا یہاں تک کہ وہ صاحب بالاخانہ آپ ﷺ کے پاس آئے لوگوں کے درمیان آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے چہرہ پھیر لیا ایسا کئی مرتبہ کیا یہاں تک کہ اس شخص نے آپ ﷺ کے غصے اور ان کے اعراض کو جان لیا تو صحابہ سے اس نے شکایت کی اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے سے ناراض پاتا ہوں تو صحابہ نے کہا کہ آپ ﷺ نکلے اور آپ کے بالاخانے کو دیکھا راوی کہتے ہیں وہ صحابی اپنے بالاخانے کی طرف لوٹے اور اسے منہدم کر کے زمین کے ساتھ برابر کر دیا، پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے اس (بالاخانے) کو نہ دیکھا تو فرمایا بالاخانے کا کیا ہوا، صحابہ نے عرض کیا کہ صاحب بالاخانہ نے آپ ﷺ کا ان سے اعراض کی شکایت ہم سے کی تو ہم نے اس کی اطلاع دی تو اس نے اس کو گرادیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا سن لو! ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے مگر جس سے چارہ نہ ہو۔

پیاری لخت جگر فاطمۃ الزہراء ؓ کے گھر میں دروازہ پر پردہ دیکھا تو گھر میں داخل ہونا پسند نہ فرمایا۔حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ:

ان رسول اللهﷺاتی فاطمة رضی الله عنها فوجد علی بابها ستراً فلم یدخل قال وقلما کان یدخل الا بدا بها فجاء علی رضی الله عنه فرآها مهتمة فقال مالك قالت جاء النبیﷺالی فلم یدخل فاتاه علی رضی الله عنه فقال

یارسول الله ان فاطمة اشتد علیها انك جئتها فلم تدخل علیها قال وما اناوالدنیا وما اناوالرقم فذهب الی فاطمة فاخبرها بقول رسول اللهﷺفقالت قل لرسول اللهﷺمایا مرنی به قال قل لها فلترسل به الی بنی فلان[32]۔

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ ؓ کے پاس تشریف لے آئے تو آپ نے ان کے دروازہ ایک پردہ پایا تو آپ داخل نہ ہوئے راوی کہتے ہیں کہ اکثر آپ ﷺ حضرت فاطمہ ؓ کے گھر سے شروع فرماتے، تو حضرت علیؓ آئے اور حضرت فاطمہ ؓ کو غمگیں پایا تو کہا آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ میرے پاس آئے لیکن گھر میں داخل نہیں ہوئے، تو حضرت علیؓ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ فاطمہ ؓ پر یہ بات گراں گزری ہے کہ آپ ﷺ ان کے پاس آئے مگر داخل نہیں ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دنیا سے کیا لینا دینا ہے اور میں نے مال سے کیا لینا دینا، تو حضرت علیؓ حضرت فاطمہ ؓ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کے اس بات کی اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ آپ جائیں اور رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان (فاطمہ ؓ) سے کہو کہ اسے فلاں قبیلے کے شخص کے پاس بھیج دو۔

وطن عزیز میں ہر سال حکومتی بجٹ کا ایک کثیر حصہ حکمرانوں، وزراء اور مشیران کی فوج ظفر موج، ممبران پارلیمنٹ اور افسران بالا کے تعیشات اور غیر ضروری اخراجات کی نذر ہو جاتا ہے۔ جس کیلئے بجٹ خسارہ کو پورا کرنے کیلئے ہر سال قرضہ اٹھانا پڑتا ہے۔ قوم کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والے نام نہاد حکمرانوں اور ان کے مشیروں وزیروں کے ماہانہ اخراجات کروڑوں روپے بنتے ہیں۔ عوامی نمائندوں کیلئے ہر سال بجٹ میں جو مسرفانہ مراعات رکھی جاتی ہیں اس سے اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی غریب ملک کے نمائندے ہیں۔ ایوان صدر اور وزیر اعظم سیکرٹریٹ کی صرف دیکھ بھال مہمانوں کی تواضع اور دیگر ضروریات کی فراہمی کیلئے کروڑوں روپے رکھے جاتے ہیں جبکہ ملک کی اکثریت کے پاس سر چھپانے کیلئے جھونپڑی بھی نہیں۔ دوسرے سرکاری دفاتر میں بھی ہر سال کروڑوں روپیہ صرف ان کی تزئین وآرائش پر خرچ ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی مرحوم کے بقول:

"ہمارے حکمرانوں کا طرز معاشرت یہ پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ ایک ایسے ملک کے حکمران ہیں جس کے دریاؤں میں گدلا پانی نہیں شیریں اور شفاف دودھ بہتا ہے، جس کے درختوں پر پتے نہیں روپے اگتے ہیں، جس کے موسم برسات میں سونے اور چاندی کی بارش ہوتی ہے اور جس میں آنے والے سیلاب دنیا جہان کی نعمتیں سمیٹ کر یہاں بکھیر دیتے ہیں، وزیر اعلیٰ ہو یا وزیر اعظم سب کا انداز معاشرت ملک کے افلاس اور عوام کی غربت کی ہلکی سی چغلی بھی نہیں کھاتا۔ وزیر اعلیٰ کی شان وشوکت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کسی غریب صوبے کا مقتدر ہے اور نہ وزیر اعظم کے قرینہ زیست سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی مقروض ملک کا چیف ایگزیکٹو ہے۔ یہ ایک مسلسل طرز عمل ہے جو برسوں سے ہمارے حکمران اختیار کئے ہوئے ہیں"[33]۔

اس غریب اور مقروض ملک کی ہر حکومت سادگی کے دعوؤں اور اعلان کے باوجود بالائی سرکاری سطح پر نہ صرف نہایت بے دردی سے اخراجات کرتی ہے بلکہ لوٹ مار اور کرپشن کا بھی ایک سیلاب مسلسل بہتا رہتا ہے۔ چنانچہ آئی ایم ایف نے خبردار کیا کہ کچھ

ممالک میں بد عنوانی میں اضافہ اور مالی شفافیت کی عدم موجودگی نہ صرف بڑے معاشی نقصانات کا سبب بنتی ہے بلکہ اس سے پیداواری صلاحیت اور سرمایہ کاری میں بھی کمی آسکتی ہے، مزید یہ کہ اس سے سماجی مسائل میں اضافہ اور اصلاحات کی راہ میں بھی رکاوٹ حائل ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ مینیپ ممالک میں شامل کچھ ممالک انتظامی امور اور شفافیت کو بہتر بنانے کے اقدامات کے ساتھ کاروباری فضا کو بہتر بنانے کی بھی کوششیں کر رہے ہیں، اور اس سلسلے میں، پاکستان کی جانب سے دیوالیہ ہونے کے فریم ورک کو بھی مضبوط بنایا گیا ہے۔[34]

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سرکاری اور عوامی سطح پر مال کے ضیاع اور اسراف و تبذیر کرنے والوں پر پابندی عائد کی جائے اور حکام بالا سے لے کر نیچے تک دفاتر میں سرکاری تقریبات، خورد و نوش، رہن سہن اور غیر پیداواری اخراجات میں بعض دوسرے ممالک کی طرح سادگی، کفایت شعاری اور خود انحصاری کو فروغ دیا جائے۔ تزئینات یا تکلفات و فضولیات کا شوق قرضے لے کر پورا کرنے کے بجائے معاشی خوشحالی کے حصول تک صرف ضروریات پر اکتفا کیا جائے۔

**9: انتہا پسندی اور فرقہ واریت:**

پاکستان انتہا پسند قوتوں کا یرغمال بن چکا ہے۔ ان قوتوں کی اسٹریٹ پاور اور بعض رہنماؤں اور اداروں کی جانب سے بیرونی اور اندرونی مقاصد کے فروغ کیلئے ان کے گمراہ کن استعمال سے وطن عزیز میں پایا جانے والا برداشت کا ماحو تبدیل ہو کر جنونیت اور تشدد کا رنگ اپنا چکا ہے۔ ان قوتوں کو ہر گز ہر گز اجازت نہ دی جائے کہ وہ ملکی ترقی کو یرغمال بنالیں۔ تنگ نظری، اپنے مذہبی حریفوں سے نفرت، عدم برداشت اور جارحیت ہمارے مزاج کا حصہ بنتی جا رہی اور ہم دنیا سے کٹتے کٹتے اپنے محدود خول میں بند ہوتے چلے گئے۔ آج بھی مسلم دنیا کا نظامِ تعلیم کوئی ایسا کردار ادا کرنے میں ناکام ہے جس سے عوام میں قرار واقعی سماجی شعور اور انسانی رویے فروغ پا سکیں اور ہم تعصبات کی تنہائی سے نکل کر عالمگیر معاشرے کا باوقار حصہ بن سکیں۔ آج بھی ہمارا نصابِ تعلیم، انسان دوست، رواداری اور مسلّمہ انسانی اقدار پر خاموش ہے اور ہم خطے میں امن، بھائی چارے اور سلامتی کی فضا قائم کرنے میں بری طرح ناکام ہیں۔

ہمارے سماجی مسائل اور معیشت کے تباہی میں سے ایک بنیادی اور اہم مسئلہ ''فرقہ واریت'' ہے۔ چاہے سیاسی مفادات کو فرقہ وارانہ رنگ دیا جائے یا فرقہ وارانہ سوچ کو سیاسی انداز میں آگے بڑھایا جائے دونوں صورتوں میں سماج کی تعمیر و ترقی اور امن و خوشحالی بری طرح متاثر ہو جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں مفاد پرست طبقہ اور ان کے مفادات محفوظ رہتے ہیں جبکہ جذباتی اور عقیدت و تقلید سے سرشار عوام الناس اور ان کے مفادات مسلکی حمیت میں مارے جاتے ہیں۔ فرقہ واریت کے سماجی اثرات پورے سماج کو گھیر لیتے ہیں اور انتہائی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ یہ زہریلے اثرات ذہنوں اور دلوں میں نفرت کی آگ بھڑکاتے ہوئے قتل و غارت گری اور خانہ جنگی تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں ہر طرف سے زندگی کے آثار معدوم ہونے لگتے ہیں اور ہر طرف موت، تباہی، بربادی، خوف، دہشت، خون، لاش اور آگ ہی نظر آنے لگتی ہے۔ فرقہ واریت کی آگ ایک دفعہ بھڑکنے کے بعد اس پر قابو پانے میں

کئی دہائیاں لگ سکتی ہیں۔ سمجھ دار قوم وہی ہے جو آگ بھڑکنے کے بعد اس پر پانی ڈالنے میں اچھل کود کے بجائے ایسے اقدامات کرتی ہے جس سے آگ بھڑک نہ پائے اور بے وقوف قوم وہ ہے جو اپنے ہی گھر میں لگی آگ پر پانی کے بجائے تیل جھڑکے اور بے وقوف ترین قوم وہ ہے جس کے گھر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور وہ بھڑکتے شعلوں کا ہی انکار کرے۔

معیشت کے تباہی کیلئے زہر قاتل کی حیثیت رکھنے والے یعنی "فرقہ واریت کے اسباب میں جہالت، معاشرتی شکست و ریخت، غلو، تنقیص و تحقیر، تعصب، نفرت، تشدد، اشتعال انگیزی، الزام تراشی وغیرہ شامل ہیں۔ فرقہ وارانہ تشدد کا بغور جائزہ لینے سے اس کے مراحل سمجھ میں آتے ہیں جو فرقوں کی بنیاد پر تقسیم سے شروع ہو کر سماجی فاصلے، سماجی تفریق، منافرت، مخصوص طبقات کی ریاستی و سیاسی سرپرستی، مخالف کے جینے کے حق کا انکار سے ہوتا ہوا فرقہ وارانہ قتل وغارت تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرقہ وارانہ تشدد کو روکنے کیلئے عمل درآمد (Implementation) کے مرحلہ پر کام کرنے والے کردار کو سزا دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ پہلے مراحل پر ہی اس کی روک تھام کیلئے سنجیدہ حکمت عملی بنانی ہوگی اور ایسے اقدامات کرنے ہوں گے جس سے فرقہ واریت کے زہر آلود پھل کے ساتھ ساتھ اس کا تنا، اس کی جڑ اور اس کی بیج کا بھی خاتمہ ہو"[35]۔

غربت وافلاس کے خاتمے کی راہ میں فرقہ واریت ایک خطرناک زہر ہے۔ معاشرے کو اس زہر کے اثرات سے پاک کرنے کیلئے ہم میں سے ہر ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کردار یہ کہ کم از کم کسی فرقہ وارانہ سرگرمی کا حصہ نہ بنیں، اسکے علاوہ جن کے پاس فکر صلاحیت، ہمت اور مواقع ہو تو وہ مزید آگے بڑھ کر اس سماجی مرض میں مبتلا لوگوں کو اس سے نجات دینے کی کوشش کریں یوں معاشرہ امن وسکون کا مثالی نمونہ بن سکتا ہے اور ہر فرد بلا خوف وخطر حصول معاش کیلئے مگن رہے گا اور غربت وافلاس سے نجات پا سکے گا۔

**حرف آخر:**

سیرت نبوی ﷺ میں غربت اور بے روزگاری جیسے مسئلے کے حل کی بہترین مثالیں موجود ہیں، سیرت نبوی ﷺ پر عمل کر کے یہ تمام مسائل حل کئے جا سکتے ہیں۔ اگر انسان اس حد تک تنگ دست ہو جائے کہ اسے کوئی کام نہ مل سکے اور وہ سخت ضرورت مند اور محتاج و فقیر بن کر رہ جائے تو اس صورت میں اسلامی حل یہ ہے کہ خوشحال مالدار رشتہ دار اپنے غریب رشتہ داروں کی کفالت کریں، اللہ تعالی نے رشتہ داروں کے درمیان حقوق کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے ارشاد ہے:

فَأٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ[36]۔

ترجمہ: تو اہلِ قرابت اور محتاجوں کو ان کا حق دیتے رہو۔

اگر قریبی مالدار رشتہ دار فقیر رشتہ داروں کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہوں تو اس صورت میں پورے معاشرے اور سماج پر زکوۃ اور صدقات کے ذریعے اس فقیر کی محتاجی اور ضرورت کو پورا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، زکوۃ اللہ تعالی نے مالداروں پر فرض کیا ہے تاکہ زکوۃ کے مال سے غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد ہو سکے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کا زیادہ حقدار اس شخص کو

بتایا ہے جو کام، محنت اور کسب معاش کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسی لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ ، وَلا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ[37]۔

ترجمہ: صدقہ کسی مالدار کے لیے حلال نہیں ہے اور نہ کسی طاقتور صحیح سالم کے لیے۔

اس طرح نبی کریم ﷺ نے کاہل، سست اور بے کا طاقتور اور صحیح سالم انسان کا صدقات میں کوئی حق نہیں رکھا ہے، اس لیے کہ وہ محنت، کام، مزدوری اور کسب معاش کی طاقت رکھتا ہے۔ اگر معاشرے اور سماج میں ایک بھی ایسا فقیر اور محتاج انسان ہو جو کام کی طاقت نہیں رکھتا ہو تو پورے سماج و معاشرے کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالی کی خوشنودی اور ثواب کی نیت سے صدقات جمع کرے اور اس کی ضروریات کی تکمیل کرے، نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو وقتاً فوقتاً اس بات کی ترغیب دیتے تھے اور انہیں غریبوں پر خرچ کرنے کے عملی انداز سکھاتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، انہوں نے اون کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپ نے ان کی بدحالی دیکھی کہ وہ ضرورت مند اور محتاج ہو گئے تھے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو (ان کے لیے) صدقہ کرنے کی ترغیب دی لیکن لوگوں نے اس میں سستی سے کام لیا، حتی کہ یہ بات آپ ﷺ کے چہرہ انور سے ظاہر ہونے لگی۔ کہا: پھر انصار میں سے ایک شخص چاندی (کے سکوں، درہموں) کی ایک تھیلی لے کر آ گیا، پھر دوسرا آیا، پھر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے (صدقات لے کر) آنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے چہرہ انور پر مسرت جھلکنے لگی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شیء[38]۔

ترجمہ: جس نے اسلام میں کسی اچھے کام کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، اس کیلئے (ہر) عمل کرنے والے (کے اجر) جتنا اجر لکھا جاتا رہے گا۔ اور ان کے گناہوں میں کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔

یہ وہ نبوی اقدار، اخلاق اور اصول ہیں جن کے سائے میں پورا معاشرہ اور سماج باہم جڑا ہوا ہوتا ہے، اس کے تمام ستون برابر رہتے ہیں، اسے حقد و حسد جیسے امراض نقصان نہیں پہنچاتے، اس طرح فقر و فاقہ اور بے روزگاری کے خاتمے کے لئے دین اسلام نے کامیاب عملی اور حقیقی حل پیش کیے ہیں، اس اہم مسئلے کے حل کیلئے شاید ہی نبوی حل کے علاوہ دنیا میں کوئی کامیاب علاج ہو گا، یقیناً بے روزگاری اور غربت کا یہ نبوی حل اور طریقہ کار دنیا کا سب سے کامیاب تجربہ ہے، کیونکہ اسے اللہ تعالی نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعے سکھایا ہے۔ انسانی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ انسانی معاشرے میں معاشی و معاشرتی عدل و انصاف اور استحکام رب کریم کے پسندیدہ یا مقرر کردہ دین (نظام زندگی) کے کلی اور ہمہ جہتی نفاذ کیلئے بغیر ممکن نہیں ہے جسے اس نے اپنے برگزیدہ اور منتخب نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انسانیت کی دنیوی و اخروی فلاح کیلئے عنایت فرمایا اور جس کی تکمیل اس نے اپنے آخری پیغمبر رحمت دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ذریعے فرما دی۔ ہمارا اس بات پر پختہ ایمان اور یقین ہے کہ انسان جب تک رحمۃ للعالمین ﷺ کے آستانہ پر نہیں جھکے گا

دنیامیں طرح طرح کے مصائب و آلام اور مسائل کا شکار رہے گا۔ وہ زندگی میں امن و سکون، معاشی خوشحالی و معاشرتی عدل وانصاف کبھی نہیں پاسکے گا۔ دنیااس سراج منیر سے جب تک روشنی حاصل نہیں کرے گی مختلف قسم کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہے گی اور جب تک تعلیمات وہدایت نبوی ﷺ پر عمل پیرا نہیں ہوگی، ہمہ جہتی فوز و فلاح کی مبارک منزل سے دور رہے گی۔

دنیامیں ظلم وناانصافی، بھوک، افلاس و تنگدستی، خود ساختہ استحصالی و غیر منصفانہ قانون، غیر فطری حد تک معاشی و معاشرتی تفاوت و عدم توازن جیسی بنیادی اور ننگ انسانیت خرابیوں کو ختم کرنے اور دنیوی واخروی سعادتوں کے حصول کیلئے سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ اور تعلیمات و ہدایات نبوی ﷺ کی پیروی ضروری ہے۔ آیئے! اس سراج منیر کی ضیاپاشیوں میں ساری دنیا خصوصاً پاکستان کو درپیش غربت وافلاس کے گھمبیر مسئلے کا حل تلاش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں تعلیمات وہدایات محمدیہ ﷺ میں کسی ایک پر بھی خلوص نیت سے عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مسئلہ حل نہ ہو۔

## نتائج وتجاویز:

مذکورہ بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غربت وافلاس کے اہم ترین اسباب میں درج ذیل نقاط شامل ہیں:

☆ سودی نظام معیشت ملکی تباہی اور غربت وافلاس میں اضافے کا اہم سبب اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ہمارا ملکی سسٹم سود کے بل بوتے پل رہاہے اور بینکاری نظام سراسر سود پر قائم ہے۔ لہذا اگر ملک کو تباہی سے بچانا ہے یا غربت وافلاس کا واقعتاً خاتمہ کرنا مقصود ہے تو سودی نظام معیشت کا یکسر خاتمہ کرنا ہوگا۔

☆ اسراف و تبذیر کا خاتمہ یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ سرکاری تقریبات، خورد ونوش اور رہن سہن میں سادگی، کفایت شعاری اور خود انحصاری کو فروغ دیا جائے۔ تزئینات یا تکلفات و فضولیات کا شوق قرضے لیکر پورا کرنے کے بجائے صرف ضروریات پر اکتفا کیا جائے۔ غیر پیداواری اخراجات کو مکمل کنٹرول کئے جائیں۔

☆ مالداروں کے ہاتھوں ثروت کے ذخیرہ سے گلو خلاصی کیلئے اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد کرتے ہوئے مال کو گردش میں لائے اور ملکی سطح پر سرمایہ کاری کو فروغ دے۔

☆ غذائی اشیاء کی قیمتوں میں روز افزوں اضافہ ۔ حکومت غذائی اجناس کی قیمتوں میں ملکی سطح پر یکسانیت پیدا کرے، قیمتوں کی اضافے کا مکمل روک تھام کرے اور ذخیرہ اندوزوں کی حوصلہ شکنی کرے۔

☆ زیادہ خواہی/مزید طلبی۔ لہذا معاشرے کا ہر فرد Collect moor کے بجائے فراہم شدہ سہولیات پر اکتفاء کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعیش پسندی کا حوصلہ شکنی کرتے ہوئے سہل پسندی وسادگی کو رواج دے۔

☆ انتہاء پسندی وفرقہ واریت۔ مہنگائی وبے روزگاری کے روک تھام کیلئے انتہاء پسندی وفرقہ واریت کا خاتمہ کرتے ہوئے امن

وامان کا قیام اور جان ومال کے تحفظ کو اولیت دیں تاکہ معاشرے کا ہر فرد بلاخوف وخطر ملکی ترقی میں کردار ادا کرتے ہوئے غربت و پسماندگی کا روک تھام کر سکے۔

☆ سماجی تعلقات میں عدم توازن۔ لہذا حکومت وقت سمیت معاشرے کا ہر فرد سماجی تعلقات میں توازن پیدا کرنے پر زور دے، جہالت وناخواندگی کا خاتمہ کرے۔

## حوالہ جات

---

[1] النسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، السنن للنسائی، لاہور، المیزان، 1995ء، کتاب الاستعاذہ، باب الاستعاذة من الفقر، ج2، ص314

[2] حم السجدۃ 10:41

[3] الاندلسی ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی، بیروت، دارالفکر، س ن، ج6، ص158

[4] الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط الطبرانی، القاھرہ، دارالحرمین، س ن، ج7، ص95

[5] البیھقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ للبیھقی، حیدر آباد ھند، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، 1386ھ، ج6 ص127

[6] القزوینی ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1982ء، کتاب التجارات، باب الصناعات، ص155

[7] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری/الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1976ء، کتاب المساقاۃ، باب بیع الحطب والکلا، ج1، ص319

[8] اے آر وائی نیوز، 26 جنوری 2018ء

[9] البقرہ 2:278-279

[10] بحوالہ بالا، السنن للنسائی، کتاب الوصایا، باب اجتناب اکل مال الیتیم، ج2، ص134

[11] Of two minds.com, December 24, 2015

[12] اے آر وائی نیوز، 03 اپریل 2017ء

[13] انٹر نیشنل پریس ایجنسی، اردو پوائنٹ، اسلام آباد، 03 مئی 2018ء

[14] بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، باب من انتظر حتی تدفن، ج4، ص175

[15] www.urduvoa.com/a/pakistan-literacy-rate-08sep2017/4020371.html

[16] ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، 2003ء، ص321-501

[17] علامہ محمد اسد، ملت اسلامیہ دوراہے پر، ریاض، دارالسلام، 2004ء، ص70

[18] Dr.Allama Iqbal, The reconstruction of religious in Islam, sang Mel,Lahore,1996,p102

[19] ندوی، مولانا شہاب الدین، اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں، کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1983ء، ص40

[20] محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، اردو ترجمہ، کراچی، نفیس اکیڈمی، 1981ء، ج2، ص358

[21] القشیری، ابوالحسین مسلم ابن الحجاج ،الجامع الصحیح للمسلم/ المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول اللہﷺ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1976ء، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ج2، ص321

[22] ایضاً،کتاب الزکواۃ، باب الحث علی الصدقۃولو بشق تمرۃ، ج1، ص327

[23] ایضاً،کتاب القطۃ، باب استحباب مواساۃ بفضول المال، ج2، ص81

[24] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، شمائل ترمذی، لاہور، رحمانیہ کتب خانہ، 1998ء، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہﷺ، ص748

[25] dawnnews.tv/news/1077975.03May2018

[26] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب اذاقال اکفنی مؤنۃ النخل وغیرہ وتشرکنی فی التمر، ج1، ص312

[27] البقرہ2:126

[28] بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب المناقب، علامات النبوۃ

[29] اچکزئی، ڈاکٹر محمد عبدالعلی، روضۃ السیرۃ، کوئٹہ، مکتبہ ولیہ، 2012ء، ص123

[30] الخطیب العمری، ولی الدین محمدبن عبداللہ، مشکواۃ المصابیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1978ء، کتاب الادب، باب فضل الفقراء ص449

[31] السجستانی، ابی داؤد سلیمان بن اشعث، السنن، کراچی، سعید سنز، 2001ء، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، ج2، ص355

[32] ایضاً، کتاب اللباس، باب فی اتخاذ الستور، ج2، ص216

[33] حافظ محمد سعداللہ، غربت وافلاس کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، لاہور، ماہنامہ منہاج القرآن، نومبر 2015ء

[34] iblagh.com/198757.03May2018

[35] محمد حسین، فرقہ واریت کا پھیلاؤ اور سد باب: کیوں اور کیسے، اسلام آباد، ماہنامہ پیام، فروری 2016ء، ص39-40

[36] الروم30:38

[37] بحوالہ بالا، السنن لابی داؤد، کتاب الزکواۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، ج2، ص231

[38] بحوالہ بالا، الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الزکواۃ، باب الحث علی الصدقۃولو بشق تمرۃ، ج1، ص327

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.